امت مسلمہ کی اخلاقی زبوں خالی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

امت مسلمہ کی اخلاقی زبوں حالی

تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم

از: مولانا محمد عبد المبین نعمانی ، المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

آج کے دور میں مسلمانوں کے احوال اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ ان پر یہ مصرع پورے طور سے صادق آرہا ہے:

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

تعلیمی معاملات میں بھی مسلمان دوسری قوموں سے پیچھے ہیں اور اخلاقی میدان میں بھی زبوں حالی کا شکار ہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اَحْسَنُكُمْ اَحْسَنُكُمْ خُلْقاً."

تم میں بہتر وہ ہے جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہے۔

یوں ہی گھریلو اور معاشرتی زندگی میں اخلاقی بلندی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"احسنكم احسنكم لاهله وانا احسنكم لاهلی."

تم میں کا بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔

حسنِ خلق آپس میں محبت و مودت کا ذریعہ ہے اور بد خلقی سببِ انتشار۔ حسنِ خلق سے آپسی بھائی چارے کو فروغ ملتا ہے جب کہ بد خلقی نفرت و عداوت کو فروغ دیتی ہے۔

اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنے محبوب نبی کی شان میں فرمایا:

"اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ." (القلم٤)

بے شک آپ بڑے عظیم اخلاق کے مالک ہیں، اور کیوں نہ ہو کہ نبی مکارمِ اخلاق کی تعلیم دینے ہی کے لیے آیا ہے، جیسا کہ خود سرکارِ اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

"بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ." (حاكم: مستدرك)

میں اخلاقی شرافتوں کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ یعنی میں اخلاقی شرافتوں کی تمام قدروں کو برت کر تمھارے سامنے رکھنے اور ان کو اسوہ و نمونہ بنا کر پیش کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

حضور پیغمبر اسلام ﷺ کی پوری زندگی پیکرِ اخلاق تھی، کیوں کہ آپ نے قرآنی اخلاقی تعلیمات سے اپنے آپ کو مزین کر لیا تھا۔ آپ کا اخلاق قرآن کے احکام و ارشادات کا آئینہ تھا، قرآن کا کوئی ایسا خلق نہیں ہے جسے آپ نے اپنی زندگی میں سمو نہ لیا ہو، اسی لیے جب حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا گیا کہ سرکار کا اخلاق کیا تھا، تو ارشاد فرمایا:

"كان خلقه القرآن."

آپ کا اخلاق قرآن کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔

اب جب کہ یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی پاک ﷺ اخلاقِ حسنہ کے پیکر تھے اور آپ کی زندگی کا ہر گوشہ اخلاقِ حسنہ کا داعی تھا، اور نبی

کی پوری زندگی امت کے لیے نمونہ ہی نہیں بہترین نمونہ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوْا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا.

(الاحزاب ۳۳/ ۲۱)

بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے، اس کے لیے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

(کنزالایمان)

یعنی رسول اللہ ﷺ کا کامل اتباع اور ان کی سنتوں پر عمل پیرا ہونا ان لوگوں کے لیے لازم ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ کو خوب یاد کرتے ہیں، یعنی ذکر اللہ پر اتباع رسول کو مقدم قرار دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اتباعِ رسول کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور اتباع کا تعلق اخلاق وخصائل ہی سے ہے تو معلوم ہوا کہ ہر مومن کو پیغمبرِ اعظم ﷺ کی سیرت و اخلاق کو اختیار کرنا ضروری ہے، ان سے دور رہ کر جو زندگی گزاری جائے گی وہ زبوں حالی اور ذلت و نکبت کا ہی پیش خیمہ ہوگی۔

سرکار دوعالم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات زندگی کے ہر گوشے کو حاوی ہیں۔

امتِ مسلمہ میں اخلاقی پستی اور زبوں حالی کا جب جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر تعلیم و تربیت دونوں کا فقدان ہے، بالعموم افراد اسلامی اخلاقی تعلیمات سے نابلد ہیں اور جو تعلیم سے آراستہ ہیں ان کے اندر تربیت و تادیب کے آثار نہیں پائے جاتے، جس کی وجہ سے ہماری اخلاقی قدریں زوال پذیر ہوگئی ہیں۔

امتِ مسلمہ کی اخلاقی زبوں حالی اور اس کا علاج ایک بڑا وسیع موضوع ہے۔ اخلاق کی روشنی ہماری زندگی کے ہر گوشے کو محیط ہے، لیکن افسوس کہ ہر گوشہ تاریک ہی نظر آرہا ہے، اس میں ہمارا ہی قصور ہے۔

ترے مے کدے میں کمی ہے کیا، جو کمی ہے ذوقِ طلب میں ہے
جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے وہی جام ہے

تعلیمات اسلام کی بہتی نہریں ہمیں اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں، ہماری پیاس بجھانے کے لیے تیار ہیں، لیکن ہم نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے، اپنی پیاس بجھانے کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہی نہیں۔

عبادات کا معاملہ ہو یا معاملات کا، حقوق و فرائض ہوں یا تعلیم و تربیت۔ ہر باب میں ہم زبوں حالی کا شکار ہیں۔ مدارس میں اخلاق کی گراوٹ ضرب المثل بنتی جارہی ہے، آپس میں طلبہ تو طلبہ مدرسین کے درمیان بھی چپقلش، ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور ایک دوسرے کی بد خواہی کا مزاج عام ہے۔ کسی کے اندر ذرا سی کم زوری دیکھی، اس کو اچھالنا اور ذلیل و خوار کرنا کوئی بات ہی نہیں، حالاں کہ خیر خواہی ہر مسلمان کا حق ہے، چہ جائیکہ علما و اساتذہ یہ مزید حسن سلوک اور خیر خواہی کے مستحق ہیں۔

جب طلبہ میں یہ باتیں گشت کرتی ہیں تو ان کے اندر بھی یہی خرابیاں جنم لینے لگتی ہیں، ایک طالب علم دوسرے کی تضحیک کرنا اپنا حق سمجھتا ہے، کردار و عمل کی پستی بھی طلبہ میں عام ہے۔ نمازوں سے غفلت تو گویا کوئی بڑا عیب ہی نہیں تصور کیا جاتا۔ نہ اساتذہ کی طرف سے اس میں سختی ہوتی ہے، نہ ہی انتظامیہ کو کوئی دل چسپی ہوتی ہے، جب کہ دوسرے تمام قوانین و ضوابط پر سختی سے عمل کرایا جاتا ہے اور خلاف ورزی پر سخت نوٹس بھی لیا جاتا ہے، لیکن نماز سے غفلت برتنے پر کوئی سخت قدم اٹھانا گویا اپنے فرائض سے خارج سمجھا جاتا ہے، جس کے بھیانک اور برے اثرات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جب کہ اخلاقی قدروں کو اجاگر کرنے کے لیے نماز کی پابندی ایک بنیادی عمل ہے، صرف جماعت ہی کو لے لیجیے، اس میں اخلاق و رواداری کے ہزاروں رموز پوشیدہ ہیں۔

آج ہمارا پورا معاشرہ اخلاقی زبوں حالی کا شکار ہے۔ چاہے وہ والدین اور اولاد کا معاملہ ہو یا حقوق زوجین سے تعلق رکھنے والے امور، پاس پڑوس کے ساتھ حسن اخلاق کی بات ہو یا عام انسانوں کے ساتھ رواداری کی۔ مدارس اسلامیہ کے اساتذہ او منتظمین کے تعلقات ہوں یا اساتذہ و منتظمین کے اپنے آپسی تعلقات، ہر جگہ اخلاقی قدروں کی پامالی عام ہے۔ منتظمین میں ہر ایک اپنی بالا دستی کے لیے جی توڑ کوشش میں لگا ہوا رہتا ہے، کچھ لوگ محض دنیاوی اور نجی مفادات کے لیے بھی اخلاقی حدوں کو پار کرتے نظر آتے ہیں، جس کی وجہ سے آئے دن انتظامیہ میں شور شرابا اور نفاق و شقاق کی صورت حال نظر آتی ہے، مقدمہ بازی، مار پیٹ، گالی گلوج تک کی نوبت آجاتی ہے، اور ایک دینی ادارے کے منتظمین دنیاوی اداروں کے منتظمین سے بھی زیادہ گئے گزرے رویے اپنانے میں ذرا بھی تکلف محسوس نہیں کرتے۔ یوں ہی اساتذہ بالعموم "ہم چنیں دیگرے نیست" کی روش پر

چلتے دکھائی دیتے ہیں، ظاہر ہے، ہر آدمی یکساں صلاحیت کا مالک نہیں ہوتا اور نہ ہی ایک ہی آدمی سارا کام انجام دے سکتا ہے، اس لیے ہر ذی صلاحیت کو تکبر سے کام نہیں لینا چاہیے، جو کم صلاحیت ہے اس کو بھی دوسروں کا احترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے، مگر افسوس کہ ایسا بہت کم ہی ہو پاتا ہے، جس کی وجہ سے اساتذہ کی آپسی چپقلش میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے اور اخلاقی قدریں فراموش ہوتی جارہی ہیں۔

بیاہ شادی کا معاملہ بھی عجیب ہے، جانبین میں سے ایک لڑکی والا ہے تو دوسرا لڑکے والا، لڑکی والا تو لڑکے والوں سے خوب خوب رواداری کے ساتھ پیش آتا ہے، لڑکے والے جتنے چاہیں باراتی لے کر چلے جائیں لڑکی والا بے چارہ اف نہیں کر سکتا کہ اس کی کم زوری یہ ہے کہ وہ لڑکی والا ہے، اس پر اس کی اوقات ہو نہ ہو باراتیوں کی آؤبھگت میں کمی نہیں ہو سکتی، چاہے لڑکی والا اپنے کو گروی ہی کیوں نہ رکھ دے۔ لڑکے والوں کی عزت عزت ہے، لڑکی والوں کی کوئی عزت نہیں۔ وہ بالکل غلامِ باوفا کا درجہ رکھتے ہیں، ان کو جو بھی حکم دیا جائے گا انھیں پورا ہی کرنا ہوگا، جس کھانے کی فرمائش ہوگی پوری کرنی ہی ہوگی۔

دولہا میاں اور باراتیوں کی خوب عزت ہوتی ہے، بھیک میں جیسا جہیز مانگا جائے لڑکی والوں کو دینا ہی ہوگا، چاہے وہ لٹ جائیں یا پٹ جائیں۔

یعنی لڑکی والے بے چارے ہر طرح کے اعلیٰ اخلاق اور ہر طرح کی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن نہ باراتیوں کا منہ سیدھا رہتا ہے، نہ ہی دولھا میاں کا۔ گویا باپ دادا کما کر رکھ گئے ہیں، یہ میراث وصول کرنے آئے ہیں، وہ بھی اکیلے نہیں بدتمیز اور بدخلق باراتیوں کے ساتھ یعنی ڈاکا بھی ڈالتے ہیں تو اکیلے نہیں پوری فوج کے ساتھ، یا بھیک بھی مانگتے ہیں تو تنہا نہیں سیکڑوں کے ساتھ۔

غرض ہمارا معاشرہ "تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم" کا مصداق ہے۔ ہر عضو زخمی ہے کہاں کہاں پٹی باندھی جائے، پھر بھی جس قدر ہو سکے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

علاج یہی ہے اس سیلاب بلا کا کہ اخلاقیات پر بار بار بیانات ہوں، خدا و رسول کے احکام جو اخلاق و کردار سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو عام کیا جائے، بڑے بڑے جلسوں میں عنوانات دے کر تقریریں کرائی جائیں، سیرتِ رسول، اسوۂ صحابہ، اخلاقِ صالحین و اولیا سے قوم کو روشناس کرایا جائے۔ خانقاہوں اور درس گاہوں میں تزکیہ و تربیت کا معقول انتظام ہو۔

☆☆

یہ مضمون ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ,انڈیا (مئ 2013) سے لیا گیا ہے